جاری ہوجاتا ہے ؎

تو اے گرد توہم شوکت دریا چہ میدانی + اسیر عذرہ لنگی وسعت صحرا چہ میدانی

لتنے بڑے جلیل القدر محدث کی حیات طیبہ پر اس مختصر میں روشنی ڈالنا ممتعات سے ہے مگر مشتے نمونہ از خروارے بعض جزئیات کے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

نسب نامہ! ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرو بن حارث بن غیمان بن جثیل بن عمرو بن ذی اصبح الحارث من قبیلہ یشجب بن یعرب بن قحطان۔ **سنہ ولادت!** اصحاب سیر و تواریخ نے آپ کی سنہ ولادت میں اختلاف کیا ہے بقول علامہ یافعی آپ کی پیدائش ۹۴ھ میں ہوئی لیکن ابن خلکان نے دو قول نقل کیا ہے ایک یہ ہے کہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے دوسرا یہ ہے کہ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ ذہبی نے یحیی بن بکیر سے روایت کیا ہے کہ ۹۳ھ میں امام موصوف کتم عدم سے وجود میں آئے ابن فرحون اور سمعانی وغیرہ نے بھی اس کو مختار بتایا ہے۔ آپ کے مدت حمل میں بھی اختلاف ہے بقول محمد بن ضحاک بکار بن عبداللہ ابن نافع واقدی ابن المنذر آپ تین سال بطن مادر میں رہے اور یہی مشہور بھی ہے اگرچہ عطاف بن خالد وغیرہ سے دو سال کی بھی روایت آئی ہے آپ کے سنہ وفات میں بھی اختلاف ہے زرقانی اور حافظ سیوطی کی تحقیق یہ ہے کہ آپ یکشنبہ کو بیمار پڑے بائیس ۲۲ دن بیمار رہ کر بروز یکشنبہ گیارہ یا چودہ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ؏

ابتدائے تعلیم۔ امام صاحب نے اپنی والدہ محترمہ عالیہ بنت شریک بن عبدالرحمن الازدیہ سے تحصیل علوم کی اجازت مانگی انھوں نے فرمایا عزیز بچے آ تجھے پہلے علمی لباس پہنا دوں پھر تحصیل علم میں مشغول ہونا چنانچہ کرتا پہنایا اور ایک لمبی سی ٹوپی رکھکر عمامہ باندھا اور فرمایا جاؤ پہلے ربیعہ سے ادب سیکھو پھر علم سیکھنا امام موصوف فرماتے ہیں میں سعید بن المسیب عروہ قاسم ابو سلمہ حمید سالم وغیرہ بڑے بڑے محدثین سے جاکر روزانہ پچاس سے لیکر سو حدیثیں سنتا اور اس طرح محفوظ کر لیتا تھا کہ اسانید و متون میں کسی قسم کا اختلاط و اشتباہ قطعاً نہیں ہوتا آپ نے اپنے والد ماجد اور چچا نافعؒ سے بھی روایت کی ہے جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کا خاندان علم و فضل کا گہوارہ تھا آپ کے جد اعلیٰ ابو عامر ہی اولاً حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے ابھی چار پشتیں بھی نہ گذری تھیں کہ امام صاحب نے آسمان علم پر چار چاند لگا دیئے آپ بعمر سنی ہی میں اپنے چچا نافعؒ کے یہاں تشریف لیجاتے اور برابر حدیثیں سنا کرتے چنانچہ اپنی مشہور و معروف کتاب موطا میں ان سے بہت سی روایتیں لائے ہیں محدثین نے مالک عن نافع عن ابن عمر کی سند کو اصح الاسانید اور سلسلۃ الذہب کہا ہے آپ کے مشائخ کا شمار بہت مشکل ہے مشاہیر شیوخ کے متعلق زرقانی لکھتے ہیں اخذ عن تسع مائۃ شیخ فاکثر! یعنی نو سو ۹۰۰ سے زائد علماء سے حدیثیں لیں۔

درس حدیث۔ جب تک امام موصوف کے بارے میں ستر اماں فن اور نقاد حدیث نے تدریس و افتاء کی اہلیت کا فتوی نہ دیا اس وقت تک آپ نے فتوی نہ دیا مگر جب محدثین عظام نے آپ کا لوہا مان لیا تو آپ درس تدریس افتاء وغیرہ فرائض انجام دینے لگے زرقانی مالکی لکھتے ہیں سترہ سال کی عمر میں آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے آپ کے علم و فضل شہرت عامہ تبحر علمی محبوب الطبع اور جاذبیت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا حلقۂ درس آپ کے شیوخ ہی کی زندگی میں

ان کے حلقہ درس سے بڑھ گیا تھا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد مشائخ کے تلامذہ سے بڑھی ہوئی تھی۔ ابن فرحون لکھتے ہیں لوگ اس کثرت سے حدیث وفقہ حاصل کرنے کیلئے آتے اور ایسا ازدحام ہوتا جیسے بڑے بڑے سلاطین ووزراء کے دروازوں پر ہوتا ہے آپ نے حاجب مقرر کر رکھا تھا پہلے خواص کو حکم دیا جاتا آپ کے پاس جاکر مستفید ہوتے پھر اذن عام ہوتا اور تمام لوگ جوق در جوق داخل ہوکر گلہائے علم کی گلچینی کرتے۔ علوم کے بے بہا جواہرات اور دولت علمیہ سے مالا مال ہوکر واپس آتے اسی طرح مطرف نے بھی بیان کیا ہے کہ جسوقت لوگوں کا ازدحام ہوتا تو ایک جاریہ نکلکر کہتی شیخ (امام مالکؒ) سوال کرتے ہیں کیا تم مسائل وفقہ سیکھنے کیواسطے آئے ہو یا احادیث نبویہ سننے کے لئے حاضر ہوئے ہو اگر مسائل وفقہ کیلئے حاضر ہوتے تو اسی پرانی ہیئت میں نکلکر تعلیم دیتے۔ اور اگر احادیث کیلئے حاضر ہوتے تو فرماتے ٹھہرو آرام کرو ابھی آتا ہوں اس کے بعد غسل کرتے خوشبو لگاتے نئے کپڑے پہنتے اور ایک لمبی سی ٹوپی سر پر رکھکر عمامہ باندھتے اور نہایت خشوع خضوع اور وقار کے ساتھ مسند درس پر تشریف لاکر درس وتدریس میں مشغول ہوتے حدیث کی شان و عظمت عزت وتوقیر اسقدر صفحہ قلب پر منقش تھی کہ جب تک درس حدیث سے فارغ نہیں ہوتے برابر عود روشن کراتے جسکی خوشبو سے دماغ معطر ہوجاتا تھا عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں میں امام صاحبؒ کی مجلس حدیث میں شامل تھا سولہ مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا آپ کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا مگر سلسلۂ تقریر برابر جاری رکھتے ہیں لوگوں کے منتشر ہوجانے کے بعد فرمانے لگے احادیث نبویہ کی عزت وتوقیر تعظیم وتکریم نے مجھے جنبش سے روک دیا یہ ہے تعظیم حدیث۔ اللھم ارزقنا اتباعہ۔ نیز ابن خلکان نے بھی روایت کی ہے امام موصوف باوجود کبرسنی ضعف ولاغری کے مدینۃ الرسول میں سواری پر نہیں چڑھتے تھے اور فرماتے تھے جس ارض مقدس میں فخر رسل احمد مجتبیٰ کی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر مدفون ہو میرے لئے زیبا نہیں کہ سواری پر چلوں یہی وہ چند علل واسباب تھے کہ آپ کی کنیت ابوعبداللہ بشارت نبوی ہی سے رکھی گئی مثنیٰ بن سعید کہتے ہیں میں نے امام صاحب کو فرماتے ہوئے سنا کوئی ایسی رات ہم نے نہیں گذاری جس میں آنحضورؐ کے چہرہ منورہ کی دیدار نہ ہوئی ہو ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ✤ ہر مدعی کیواسطے دار ورسن کہاں

آپ کی مجلس حدیث میں تہذیب وادب کا بہت لحاظ رکھا جاتا ابو مصعب بیان کرتے ہیں امام مالکؒ کی مجلس نہایت حلم ووقار تہذیب وادب کی مجلس ہوتی کسی قسم کی رفع صوتی مجادلہ شور وشر ہرگز نہ ہوتا اگر کسی نے کچھ سوال کیا تو نہایت آہستگی سے جواب دیتے آپ کا کاتب حبیب لوگوں پر قرأت کرتا مگر کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ کتاب میں دیکھ لیں آپ فرمایا کرتے تھے عقلاء اور اذکیاء میرے قریب بیٹھا کریں آپ کا مقولہ تھا علم میں جنگ وجدال اور تماری بندے کے دل سے نور علم کو فنا کردیتا ہے سوال کیا گیا اگر سنت کا علم ہو تو اس کے ذریعے مجادلہ کرسکتے ہیں یا نہیں آپ نے فرمایا سنت کی خبر کردو اگر نہ مانے تو خاموش ہوجاؤ۔

منصب حدیث:۔ اگرچہ توضیحات مذکورہ سے آپ کے تبحر علمی وسعت نظری حدیث دانی کا پتہ چل گیا۔ ثنا خوانی مدح سرائی کی ضرورت نہ تھی تاہم قارئین کی ضیافت طبع کا خیال کرتے ہوئے چند محدثین کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ یحییٰ القطان اور ابن معین امام مالکؒ کی شان میں فرماتے ہیں مالك امیر المومنین فی الحدیث یعنی امام موصوف

حدیث میں امیر المومنین ہیں ابن معین یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کان مالک من حجج اللہ علی خلقہ امام من ائمۃ المسلمین مجمع علی فضلہ، امام شافعیؒ فرماتے تھے اذا جاء الاثر فمالک النجم واذا ذکر العلماء فمالک النجم الثاقب۔ یعنی تذکرۂ علماء میں امام صاحب ایک درخشاں اور تاباں ستارہ ہیں۔ امام ترمذی نسائی حاکم وغیرہ نے بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے۔ یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ یعنی عنقریب لوگ تحصیل علم میں سرگرداں اور حیران پھرینگے مگر مدینہ منورہ سے بڑھکر کوئی عالم دنیا میں نہ ملیگا۔ آنحضور علیہ السلام کی یہ ایک پیشینگوئی تھی سفیان بن عیینہ جیسے جلیل القدر محدث مالک بن انسؓ ہی کو اس پیشینگوئی کا مظہر مانتے ہیں امام عبدالرزاق بھی فرماتے ہیں نری انہ مالک یعنی ہمارا خیال ہے امام موصوف ہی اس کے مصداق ہیں ۔

عزیمت ۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ میدان عزیمت میں بھی یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ خلیفہ منصور عباسی کی ہیبت وسطوت کا تذکرہ تحصیل حاصل ہے کم نہیں اندلس کے سوا تمام ممالک پر اسی کا پرچم لہراتا تھا قتل وسفاحی میں مشہور ہے ابو مسلم خراسانی بانیٔ خلافت عباسیہ محمد وابراہیم ابنان عبداللہ بن حسن ابن حسنؓ بن علیؓ بن ابیطالب جیسی بڑی بڑی ہستیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سفیانؒ ثوری عبادؒ بن کثیر جیسے اجلۂ محدثین کو حبس وتقید سے دوچار ہونا پڑا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی تادم حیات قید خانے کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں محبوس رہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ہی وہ منفرد شخص ہیں جنھوں نے منصور عباسی جیسے صاحب شوکت وسطوت کے جبر وتشدد کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اگرچہ اس زمانہ میں جملۂ علوم اکابرین ملت عمائد اسلام اجلۂ علما محدثین عظام کا وجود نایاب نہ تھا ابن جریجؒ۔ حماد بن سلمہ امام اوزاعیؒ معمر، ابو عروبہ سفیانؒ ثوری لیثؒ وہشیمؒ وغیرہ جیسے شہیر عالم موجود تھے لیکن مسئلہ یمین وطلاق مکرہ جیسے بدعی مسائل کی تخریب امام موصوف ہی کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ امام صاحب نے دکھلا دیا کہ یمین وطلاق مکرہ کوئی چیز نہیں۔ اسی پشت مبارک کو جس پر احادیث نبویہ کے بے بہا جواہرات لدے ہوئے تھے سنّو تازیانوں کا تختۂ مشق بنایا گیا مشکیں ایسی جکڑ دی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا جس اونٹ پر اہانت وتحقیر کیلئے سوار کرایا گیا اسی اونٹ پر کھڑے ہو کر اعلام کلمۃ الحق کا فرض انجام دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول ان طلاق المکرہ لیس بشیٔ سچ ہے گوشت پوست کی مورتیں انسانی ضرب وتازیانے دنیاوی جاہ وجلال بندگانِ خدا کو میدان عزیمت سے کیونکر پھرا سکتی ہیں ؎

مبین حقیر گدایان عشق راکیں قوم ✣ شہان بے کمر وخسروانی بے کلاہ اند

امام ابن الجوزی امام موصوف کے مناقب ومحامد عزم واستقلال جرأت ومردانگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں وکانما کانت تلک السیاط حلیا حلی بہ، یعنی کوڑوں کی ضربیں گویا زیورات کا کام دے رہی تھیں، آپ کی عزیمت وجرأت کی زندہ مثال ہارون رشید کا واقعہ ہے ہارون رشید نے حکم بھیجا آپ ہمارے یہاں آکر بچوں کو تعلیم دیجئے۔ آپ نے پائے استغنا سے اس حکم کو ٹھکرا دیا احادیث نبویہ کو امرا دھر کے آستانوں پر فروخت کرتے سے

انکار کر دیا آخر کار ہارون رشید کو مع بچوں کے حاضر ہونا پڑا بلا امتیاز خواص عوام امراء غرباء سب کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہوا۔

تالیفات ۔ قدیم زمانے سے عقلاء نے تسلیم کیا ہے انسان ابدی اور غیر فانی آثر کا ثبوت اپنی تصنیفات و تحریرات سے ہی دیسکتا ہے مصنفین و کتاب فنا ہو جاتے ہیں مگر نام زندہ رہتا ہے ؎

یلوح الخط فی القرطاس دھرا ٭ وکاتبہ رمیم فی التراب

محمد بن اسمٰعیل البخاری مسلم بن الحجاج قشیری کے اسماء ان کی مصنفات ہی کی وجہ سے لوگوں کے زبان زد ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا زندہ جاوید کارنامہ اس پہلو سے بھی معری نہ تھا اس سے انکی مولفات پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ موطا آپ کی تمام تصنیفات میں سے حدیث کی یہ کتاب سب سے زیادہ متداول بین الناس ہے ابوبکر ابن العربی اسکتاب کی تعریف میں لکھتے ہیں الموطا ھو الاصل الاول واللباب وکتاب البخاری ھو الاصل الثانی فی ھذا الباب۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ما علی ظھر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک۔ موطا ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ منصور اور ہارون رشید جیسے خلفاء نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اسکتاب کو خانۂ کعبہ پر آویزاں کیا جائے اور تمام بلاد اسلامیہ میں احکام نافذ کر دیے جائیں کہ صرف اسی پر عمل کیا جائے۔ اگرچہ ابن جریج مکہ میں امام اوزاعی شام میں حماد بن سلمہ بصرہ میں سفیان ثوری کوفہ میں معمر یمن میں مسندہائے تصنیف پر رونق افروز تھے لیکن موطا امام مالک ہی سب پر فوقیت لے گئی اور آج یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اللیثی اندلسی متوفی ۲۳۴ھ کا نسخہ ہندوستان کے چپے چپے میں پھیلا ہوا ہے موطا کے علاوہ کتاب الاقضیہ کتاب المناسک کتاب المجالسات وغیرہ بڑی بڑی تصنیفیں ہیں مگر خوف طوالت سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ چونکہ امام موصوف کے عادات و اطوار اور حالات زندگی پر حافظ ذہبی حافظ ابن حجر عسقلانی ابوبکر بن احمد بن مروان مالکی متوفی ۳۳۳ھ ابو الروح عیسیٰ بن مسعود شافعی متوفی ۷۴۴ھ محمد ابو عبد اللہ بن احمد تستری محمد ابو اسحاق بن القاسم محمد ابوبکر بن لباد بن محمد علامہ سیوطی وغیرہ کی بڑی بڑی مبسوطات موجود ہیں اسی سے قارئین امام موصوف کے سوانح و مناقب کی بے پایانی کا پتہ لگاتے ہوئے مجھے معذور سمجھیں۔

کعب بن مالکؓ کا آزمائش ربانی پر ہمت شکن استقلال

محمد ابو الخیر مدیر پیوالی پرتاب، گڈھی مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

اوائل اسلام میں جب کسی سے کوئی قصور یا لغزش ہو جاتی تھی تو وہ نہایت ہی بیقرار اور بے چین ہو جایا کرتے تھے آنکھوں سے نہ ختم ہونیوالے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو جایا کرتا تھا اور وہ چین و سکون سے اسوقت تک نہ بیٹھتے تھے جب تک کہ ان کی توبہ مقبول نہ ہوتی تھی دنیا کے تمام عیش و آرام کو خیرباد کہہ کر ان کو صرف یہی دھن رہتی تھی کہ ان کے قصور پر کسی طرح قلم عفو کھینچ جائے توبہ و استغفار کی رٹ ان کی زبان پر ہر وقت جاری رہتی تھی خداوند قدوس کے سامنے جبیں سائی کرتے کرتے